اسلام میں غلامی کے خاتمے کا نظریہ: غلاموں سے متعلق اسلامی رویے کے تناظر میں ایک مطالعہ

Theory of the Abolition of Slavery in Islam: A Study in the Context of Islamic Attitudes towards Slaves

*Dr. Kalsoom Bibi
**Dr. Hafiz Abdul Rashid

Abstract

It is objected that instead of abolishing slavery, Islam made it an integral part of society and gave it permanent status. But a closer look at Islamic teachings reveals that Islam gave slaves far greater rights than all other religions and societies, sought to bring them on an equal footing with free people, and took many steps to end slavery. This article seeks to clarify this attitude of Islam. It argues that Islam did not initiate slavery, it already existed in society. The divine law has always been that it gradually corrects unwelcome matters. Islam instructed its followers to treat slaves well and socially made them equal to free people. It repeatedly issued decrees on the liberation of slaves for various religious reasons, which eventually paved the way for the abolition of slavery. Finally a law of the ultimate ban on enslavement was revealed that slaves could make contract of their freedom with their masters.

Keywords: Islam, slaves, rights, slavery abolition

اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے غلامی کو ختم کرنے کی بجائے اسے معاشرے کا ایک لازمی جز قرار دے کر اس کے لیے مستقل احکام دیے۔ لیکن اسلامی تعلیمات پر غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے غلاموں کو تمام دیگر مذاہب اور معاشروں کے مقابلے میں بہت زیادہ حقوق عطا کیے، ان کا مرتبہ عام انسانوں کے برابر لانے کی کوشش کی اور بہت سے ایسے اقدامات کیے جو غلامی کے خاتمے پر منتج ہوئے۔ اس مضمون میں غلاموں سے متعلق اسلام کے اس رویے کو دلائل کی روشنی میں واضح کرنی کی کوشش کی جارہی ہے:

*PhD Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha
**Assistant Professor of Islamic Studies, Federal Urdu University, Islamabad

اہل عرب میں غلامی: ایک تعارف

زمانۂ جاہلیت میں عرب میں بالکل یہودیوں کی سی غلامی کا رواج تھا، کیونکہ تیرہ سو قبل مسیح میں جب یہودی اس سرزمین میں داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ رسم و رواج میں غلامی بھی لائے اور وہی رواج اہل عرب نے بھی اختیار کر لیے۔ اس دور میں عرب میں کسی شریف شخص کا گھر غلاموں سے خالی نہ تھا۔ عرب ایک دوسرے کو تحفے کے طور پر بھی غلام دیتے تھے۔ ابو لہب اور عاص بن ہشام نے اس شرط پر جوا کھیلا کہ جو ہار جائے جیتنے والے کا غلام بن جائے۔ عاص ہار گیا اور ابو لہب کا غلام بن گیا۔ دور جاہلیت میں اگر کوئی عرب غلام خریدتا تو اس کی گردن میں رسی ڈال کر اسے گھر لے جاتا تھا۔[1] عربوں کے ہاں زمانہ جاہلیت میں غلاموں کی کئی اقسام تھیں جن میں جنگ میں قید ہو کر آنے والے غلام، خریدے ہوئے غلام، قمار بازی میں ہارنے پر غلامی قبول کرنے والے، قرض ادا نہ کر سکنے والے اور وہ غلام شامل تھے جو اراضی کی کاشت کرتے تھے اور اراضی کے بک جانے کیساتھ ہی بک جاتے۔ روم کی قدیم سلطنتوں میں غلاموں کو سراف بھی کہا جاتا تھا، ایک اور قسم کے غلام جن کا ذکر دور جاہلیت کے عربی غلاموں کی تاریخ میں آتا ہے، موالی کہلاتے تھے۔[2]

شریعت محمدیہ ﷺ میں غلامی کا تصور

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر غلاموں کا ذکر آیا ہے[3] جس میں انھیں آزاد کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا احکام ہیں، لیکن کہیں بھی غلام بنانے کا ذکر نہیں ملتا۔ ایک جگہ البتہ جنگی قیدیوں کا ذکر ملتا ہے، لیکن اس سے بھی یہ مراد بالکل نہیں ہے کہ انہیں غلام بنائیں۔ اس آیت کی رو سے کسی نبی کو یہ لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون نہ بہالے۔[4] یہ آیت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق غزوہ بدر کے قیدیوں کے متعلق نازل ہوئی جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر کے مشورہ کو رد کر کے حضرت ابو بکر کی رائے پر عمل فرمایا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر نے ان سب قیدیوں کو قتل کر ڈالنے کو کہا تھا، جسے آپ ﷺ کی نرم خو طبیعت نے گوارہ نہیں کیا۔ جبکہ حضرت ابو بکر کی رائے یہ تھی کہ جو فدیہ ادا کر سکتے ہیں وہ فدیہ دے دیں اور جو پڑھے لکھے ہیں وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے عوض آزاد کر دیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی رائے کو پسند فرمایا اور اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہر گز نہ تھی کہ قیدیوں کو غلام سمجھ کر نفرت و حقارت کی وجہ سے انہیں جان سے ہی مار دو بلکہ یہ مصلحت کارفرما تھی کہ جب تک نبی کو زمین پر غلبہ حاصل نہ ہو جائے اس کو یہ مناسب نہیں کہ اپنے پاس قیدیوں کو زندہ رکھے۔[5]

---

[1] احمد سعید، اسلام میں غلامی کی حقیقت (دہلی: ندوۃ المصنّفین، ت ن)، 109۔

[2] احمد سعید، اسلام میں غلامی کی حقیقت، 109۔

[3] محمد عبدالباقی فواد، معجم المفہرس لالفاظ القرآن (مصر: دارالکتب المصریہ، 1945ء)، 504۔

[4] الانفال 8: 67۔

[5] مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (کراچی: ادارہ ترجمان القران، 1980ء)، 2: 159۔

فقہ اسلامی غلاموں کی صرف ایک ہی قسم کو تسلیم کرتی ہے، بلا لحاظ اس کے کہ یہ غلام کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی غلامی کا سبب کیا ہے؟ دستورِ غلامی صرف دو ذریعوں کے سبب زندہ ہے: اولاً یہ کہ کوئی پیدائشی غلام ہو، ثانیا یہ کہ کوئی جنگی قیدی ہو۔ ان میں سے بھی موخر الذکر کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مسلمان غلامی کی حالت میں تو رہ سکتا ہے، لیکن غلام بنا یا نہیں جاسکتا۔ لہٰذا قانوناً مسلمان غلام صرف وہ ہیں جو ان دو حالتوں میں پیدا ہوئے، یا جو اسلام لانے سے پہلے غلام تھے۔ مسلمانوں میں ہمیشہ غلاموں کی تعداد کم کرنے کے رجحانات موجود رہے ہیں۔ چونکہ شریعتِ اسلام کے مطابق ہر بچہ پیدائش کے وقت عموماً اپنی ماں کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے، چاہے وہ غلام ہو یا آزاد۔ باپ آزاد اور ماں مملوکہ لونڈی ہو تو بچہ آزاد سمجھا جائے گا، کیونکہ بہر حال بچہ اپنے باپ سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر اس بچے کو پیدائشی غلام تصور کر بھی لیا جائے تو کس کا؟ اپنے باپ کا یا ماں کا؟ یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں تو یقینا بچہ آزاد ہے۔ مجموعی طور پر یہ امر باعث مسرت ہے کہ فقہا غلامی کو ایک استثنائی حالت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان کی اصل آزادی ہے۔ فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ لقلیط (وہ بچہ جو کہیں پڑا ملے) جس کی اصل نسل معلوم نہ ہوسکے، تو وہ بچہ آزاد ہی سمجھا جائے گا۔[6] بہر حال غلامی کی اس ایک صورت کے علاوہ باقی تمام کو اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے اور اس کی مذمت کی ہے۔

قیدیوں کو آزاد کرنے سے متعلق حضور ﷺ کا رویہ

غزوہ بدر میں کفار کے ستر کے قریب لوگ مارے گئے اور تقریباً اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ ان میں اسلام کے بہت بڑے دشمن نضر بن حارث اور عتبہ بن ابی معیط بھی تھے۔ نضر بن حارث اپنے اشعار میں حضور اکرم ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا جب کہ عتبہ بن ابی معیط اپنی غلط حرکات سے اکثر حضور اکرم ﷺ کو اور مسلمانوں کو پریشان کیے رکھتا تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے مکہ میں حضور اکرم رﷺ کے اوپر نماز کے دوران اوجھڑی ڈال دی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان دونوں کو قتل کا حکم دے دیا، کیونکہ یہ امن عامہ کے لئے بہت بڑا خطرہ تھے۔ باقی قیدیوں میں سے جو فدیہ ادا کرنے کی طاقت رکھتے تھے انہیں فدیہ لے کر رہا کر دیا جو پڑھے لکھے تھے انھیں دس دس مسلمان بچوں کو پڑھانے کے عوض آزاد کر دیا گیا، اور جو نہ فدیہ دے سکتے تھے اور نہ پڑھے لکھے تھے انھیں ویسے ہی احسان کے طور پر آزاد کر دیا گیا۔ غزوہ بنی قینقاع مدینہ کے یہودی قبیلے بنی قینقاع کی خلاف لڑا گیا۔ اس کا سبب غزوہ بدر میں یہودیوں کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزی تھا۔ پندرہ دن کے حضور اکرم ﷺ کے محاصرے کے بعد بالآخر اس امر پر اتفاق ہوا کہ یہودی اپنے بچوں اور عورتوں کے ساتھ نکل جائیں، ان کے تمام اسیرانِ جنگ کو مسلمان رہا کر دیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس پر عمل کرتے ہوئے ان کے قیدی رہا کر دیے اور انھیں اپنے عیال کے ساتھ مدینہ چھوڑ دینے کی ہدایت کی۔ فتح مکہ کے بعد ہوازن و ثقیف کے رؤسا نے بغاوت کر دی۔ حضور اکرم ﷺ نے لڑائی میں عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا۔ چھ ہزار اشخاص گرفتار ہوئے۔ ہوازن کا ایک وفد جس کا سردار زہیر تھا اس نے آپ ﷺ سے قیدیوں کے متعلق عرض کی کہ یارسول اللہ آپ ﷺ ان پر احسان فرمائیں۔ آپ

---

[6] اشرف آغا، اسلام اور غلامی (لاہور: نذیر سنز پبلی کیشنز، 1987ء)، 79۔

ﷺ نے ان تمام جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ عورتیں اور بچے بھی واپس کر دیے۔ غزوہ طائف میں تقریباً بیس دن تک محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہو رہا تھا۔ آخر کار آپ ﷺ نے محاصرہ ختم فرمادیا اور یہ منادی کروادی کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر نیچے آئے گا وہ آزاد ہوگا۔ طائف کا ایک وفد آپ ﷺ کے پاس آیا اور ان غلاموں کے لوٹانے کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوٹائے نہیں جا سکتے کیونکہ وہ خدا کے آزاد کردہ ہیں۔ [7]

غلام کی جان کی حرمت آزاد کی جان کے برابر ٹھہرانا

انسان کے لئے سب سے زیادہ قیمتی اور عزیز اس کی جان ہے، مگر غیر مسلم اقوام کے نزدیک غلام کی جان جانوروں کی جان سے زیادہ اہمیت نہ رکھتی تھی وہ اگر قتل کر دیا جاتا تو کوئی اس سے باز پرس کرنے والا نہ تھا۔ [8] اسلام کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ اس معاملے میں اس نے آزاد اور غلام دونوں کو یکساں کر دیا۔ جسے حر کا قصاص حر اور عبد دونوں سے لیا جا سکتا ہے، اسی طرح عبد کا قصاص بھی حر اور عبد دونوں سے لینا جائز ہے۔ فقہاے احناف کا اس پر اجماع ہے کہ یقتل الحر با العبد والعبد بالحر "آزاد کو غلام کے بدلے اور غلام کو آزاد کے بدلے میں قتل کر دیا جائے۔" [9] اسی بات کے موافق آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔ [10]

مال غنیمت میں آزاد کے برابر حصہ

اسلام سے قبل غلام اپنے مالک کی طرف سے جنگوں میں شرکت کرتے تھے اور ان کا مال غنیمت میں سے جو حصہ ہوتا تھا وہ ان کے مالکوں کا حصہ تصور ہوتا تھا۔ اسلام نے اس تفریق کا خاتمہ کر دیا اور مال غنیمت میں غلام کو حر کے برابر حصہ دیا کیونکہ یہی انصاف کا تقاضا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق بیت المال سے جو وظائف تقسیم کرتے تھے ان میں بھی آزاد اور غلام کی تفریق نہ کرتے تھے۔ [11] سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو یہ کہتے سنا کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر ایک کا اس بیت المال میں حصہ ہے، اور اس معاملے میں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں، بلکہ رسول اللہ کی تقسیم کے مطابق چلنا ہوگا۔ نیز ہر ایک کے اسلامی کارناموں، اس کی دولت مندی اور ضرورت اور قدیم اسلام لانے کے تعلقات کا لحاظ کرنا ہوگا۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو صفا کے ایک چرواہے کو اس کا حصہ وہیں بیٹھے بیٹھے ملے گا۔ [12]

---

[7] اشرف آغا، اسلام اور غلامی، 148۔

[8] سید امیر علی، فتاوی عالمگیری، مترجم (لاہور: حامد اینڈ کمپنی، س ن)، 3: 2۔

[9] ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی، احکام القرآن (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی، 1999ء)، 1: 157۔

[10] ڈاکٹر احمد فتحی بہنسی، القصاص فی الفقہ السلامی (لاہور: مرکز تحقیق دیال سنگھ ت ن)، 78۔

[11] احمد سعید، اسلام میں غلامی کی حقیقت، 161۔

[12] علامہ ابن جعفر بن جریر طبری، تاریخ طبری (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1967ء)، 2: 203۔

شادی کا حق

اسلام کے نقطۂ نظر سے غلام اور باندی کا نکاح کرنا واجب ہے۔[13] حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک غلام نے کسی خاندان میں رشتہ کرنا چاہا، حضور اکرم ﷺ نے اس بات کو پسند فرمایا اور اس خاندان والوں سے فرمایا کہ وہ اس رشتہ کو منظور کرلیں۔ انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ ﷺ ہم کو حکم کرتے ہیں کہ اپنی بیٹیوں کے نکاح غلاموں سے کردیں؟[14] اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف گروہوں اور قبیلوں میں اس لئے بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مستحقِ کرامت وہ شخص ہے، جو سب سے زیادہ متقی ہے۔[15] صرف یہی نہیں کہ آقا پر غلام یا باندی کا نکاح کرنا ضروری ہے، بلکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی باندی کو اچھی تعلیم و تربیت دے اور پھر اس کو آزاد کرکے خود اس سے نکاح کرلے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں۔[16]

فکر و رائے کی آزادی

غیر مسلم قوموں میں غلام کو یہ جرات نہ تھی کہ وہ اپنے مولیٰ کے کسی فعل پر نکتہ چینی کرسکتے خواہ وہ بات کتنی ہی جائز اور درست ہو۔ اگر کسی غلام سے کبھی ایسی کوئی حرکت سرزد ہوجاتی تو اس پر زندگی کا دائرہ تنگ کردیا جاتا۔ لیکن اسلام نے انسانیت کے ناتے آزاد اور غلام تمام لوگوں کو فکر و رائے کی آزادی کی جس نعمت سے نوازا ہے اس کی دنیا میں کہیں کوئی مثال نہیں۔ اسلام نے غلام کو یہ حق دیا ہے کہ وہ بغیر کسی خوف و ہراس کے اپنے آقا کے غلط فعل پر نکتہ چینی کرے اور ایسا کرنا نہ صرف اس کے لئے جائز بلکہ موجب اجر و ثواب ٹھہرایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: غلام اپنے آقا کو نصیحت کرے اور اللہ کی عبادت بھی اچھی طرح بجالائے تو اس کو دوہرا اجر ملتا ہے۔ حضرت ابورافع کو جب آزاد کیا گیا تو وہ رو پڑے لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا: پہلے میرے لئے دو اجر تھے اب ایک ہی رہ گیا۔[17]

غلاموں سے حسنِ سلوک کی ہدایت

قرآن کریم میں جن جن لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے ان لوگوں میں غلام کا ذکر بھی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ، اور والدین کے ساتھ احسان کرو، اور

---

[13] ناصر الدین ابو الخیر البیضاوی، انوار التنزیل و اسرار التاویل (مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، 1358ھ)، 99۔

[14] ابن عباس، تفسیر ابن عباس، 3/ 254۔

[15] الحجرات 49: 13۔

[16] مولانا اشرف علی تھانوی، مترجم؛ تفسیر ابن عباس (کراچی: کلام کمپنی، ت ن)، 3: 254۔

[17] احمد سعید، اسلام میں غلامی کی حقیقت، 168۔

قرابت والوں یتیموں، محتاجوں، پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لونڈی غلام تمھارے قبضے میں ہیں ان سب کے ساتھ حسن سلوک کرو، کیونکہ اللہ تعالی ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اترائیں اور بڑائی مارتے پھریں۔[18] زید بن حارثہ حضور اکرم ﷺ کے غلام تھے جو نزول وحی سے بھی پہلے آپ ﷺ کے پاس رہتے تھے۔آپ ﷺ کا برتاؤ ان کے ساتھ اس قدر کریمانہ تھا کہ لوگ عموماً ان کو زید بن محمد کہتے تھے۔ خود زید کو بھی آپ ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ جب ان کے خاندان کے لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اور زید کو واپس کرنے کی درخواست کی تو زید نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔[19]

بد سلوکی کی ممانعت

کسی غلام کو مارنے پیٹنے کا سوال تو دور صحابہ کرام تو غلاموں اور لونڈیوں کو برا کلمہ تک کہنے سے بھی گریز کرتے تھے۔ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود اپنے ایک دوست کے گھر گئے۔ دوست اس وقت گھر پر موجود نہ تھا۔ حضرت ابن مسعود نے دوست کی بیوی سے پانی طلب کیا۔انھوں نے اپنی لونڈی کو بھیجا کہ پڑوس میں سے دودھ لے آئے۔اتفاقاً اس لونڈی کو آنے میں دیر ہو گئی۔ اس عورت نے غصہ میں آکر لونڈی کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، اور اس پر لعنت کی۔ حضرت ابن مسعود یہ سن کر فوراً وہاں سے واپس آگئے۔ دوست سے ملاقات پر اس نے نہ رکنے کا سبب دریافت کیا، تو کہا کہ آپ کی بیوی نے لونڈی پر لعنت کی، حالانکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر لعنت اس شخص کو کی جائے جو اس کا مستحق نہ ہو تو لعنت لوٹ کر لعنت بھیجنے والے پر ہی پڑتی ہے۔ اس بنا پر مجھ کو خوف ہوا کہ شاید باندی معذور ہو اور وہ لعنت آپ کی بیوی پر لوٹ کر آئے، جس کا سبب میں بھی بن جاؤں، لہٰذا میں اس خدشہ کے باعث لوٹ آیا۔[20]

آزاد لوگوں کی نسبت کم سزا

از روئے اسلام غلاموں کے لئے حدود و عقوبات بہ نسبت احرار کے نصف ہیں۔ گویا جس جرم کی پاداش میں ایک آزاد کو اسی کوڑے کی سزا ہو سکتی ہے، وہی جرم اگر غلام سے سرزد ہو جائے تو چالیس کوڑے لگیں گے۔ شاہ ولی اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں: اگر غلاموں کے لئے انتہائی سزا (جو آزاد کے لئے ہے) شروع کر دی جائے تو اس سے ظلم و جور کا دروازہ کھل جائے گا۔ایک آقا اپنے غلام کو قتل کر دے گا، اور بہانہ یہ کرے گا کہ اس نے زنا کیا تھا اور پھر اس سے کوئی باز پرس بھی نہیں ہوگی۔ اس بناء پر غلاموں کے لیے حدود کو اس حد تک کم کر دیا گیا ہے کہ ہلاکت پر منتج نہ ہوں۔[21] صحابہ کرام

[18] النساء 4: 36۔

[19] محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ (بیروت: دار صادر، 1377ھ)، 3: 42۔

[20] علامہ عبداللہ العمادی، مترجم؛ طبقات ابن سعد (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1977ء)، 3: 238۔

[21] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ (کراچی: دار الاشاعت، س ن)، 2: 60۔

اس بات کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے کہ کہیں غلام کو محض غلام ہونے کی وجہ سے زیادہ سزا نہ مل جائے۔ ایک غلام نے ایک باغ سے کھجور کا خوشہ چرالیا۔ باغ کے مالک نے غلام کے آقا مروان بن حکم سے اس کی شکایت کی اس نے اپنے غلام کو قید کردیا اور چاہا کہ اس پر حد سرقہ نافذ کرے۔ وہ رافع بن خدیج کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام معاملہ کہہ سنایا اس پر انھوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ : پھل کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔ یہ سن کر رافع بن خدیج نے اس آقا سے کہا کہ پھر آپ ذرا یہ حدیث مروان بن حکم کو بھی سنادیجیے۔ حضرت رافع مروان کے پاس گئے اور یہ حدیث ان کے گوش گزار کی تو انھوں نے غلام کو فوراً رہا کردیا۔[22]

عاملوں کے ذریعے غلاموں کے حقوق کو یقینی بنانا

اسود بن ابی زید سے روایت ہے کہ جب کوئی وفد حضرت عمر کے پاس آتا تھا تو آپ اس سے دریافت کرتے تھے کہ تمہارے علاقے کا گورنر کیسا ہے ؟ وہ کہتے کہ بہت اچھا آدمی ہے۔ پھر دریافت کیا کرتے کہ : وہ تمہارے بیماروں کی عیادت کرتا ہے یا نہیں ؟ وہ جواب دیتے : جی ہاں۔ آپ پھر پوچھتے : غلاموں کی عیادت کرنے بھی جاتا ہے یا نہیں ؟ وہ کہتے کہ ہاں جاتا ہے۔ پھر پوچھتے کہ ضعیفوں اور کمزوروں کے ساتھ اس کا برتاؤ کیسا ہے ؟ ان غریبوں کو اس کے دروازے پر بیٹھنے کی اجازت بھی ہے یا نہیں۔ اگر ان تمام سوالو ں کا جواب اثبات میں دیتے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے معزول کردیتے تھے۔[23]

نمازوں کی امامت

اسلام میں امامتِ نماز بہت بڑا شرف و امتیاز ہے۔ اسلام نے غلاموں کو یہ عظیم شرف بھی بخشا۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ ابوحذیفہ کے غلام سالم نماز میں امامت کرواتے تھے اور آپ کی اقتدا میں مہاجرین اولین جن میں حضرت ابو بکر، عمر، ابو سلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ بھی شامل ہوتے تھے اور ایک غلام کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔[24] حضرت عمر نے جب حضرت عبداللہ بن مسعود کو کوفہ کا قاضی بنا کر بھیجا تو عمار بن یاسر کو جو آزاد کردہ غلام تھے، کوفہ کا امامِ نماز اور کپتانِ فوج بنایا۔[25]

نام لینے میں توہین سے حفاظت

اگر غلام اپنے آقا کو رب کہے یا آقا اپنے غلام کو عبدی ان دونوں سے ڈر اور تکبر کی بو آتی ہے، اس لیے حضور اکرم ﷺ نے ان ناموں کو ناپسند فرمایا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ تم میں سے کوئی میرا غلام یا میری لونڈی نہ کہے، اور نہ غلام یا لونڈی

---

[22] اشرف آغا، اسلام اور غلامی، 51۔

[23] العمادی، طبقات ابن سعد، 184۔

[24] احمد سعید، اسلام میں غلامی کی حقیقت، 190۔

[25] احمد سعید، اسلام میں غلامی کی حقیقت، 190۔

مالک کو میرا رب کہے۔[26] اسلام میں غلاموں کے لیے جو نام اور الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے غلام کو وہ تمام حقوق عطا کیے ہیں جو ایک انسان ہونے کے ناطے اس کا حق ہیں۔ ایسے القابات مثلاً مولیٰ، فتیٰ اور خادم مذکر کے لیے جبکہ جاریہ، فتاۃ اور امۃ مونث کے لیے آئے ہیں۔[27]

مسلمانوں کو غلام آزاد کرنے ترغیب

اسلام میں چونکہ آزادی کو اصل مانا گیا ہے، لہٰذا مختلف انداز میں مسلمانوں کو غلام آزاد کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔اس مقصد کے لیے کچھ مواقع ایسے رکھے گئے ہیں کہ جن کے ذریعے غلام خود اپنے آقا سے آزادی حاصل کرسکتا ہے جب کہ کچھ معاملات واسباب ایسے ہیں کہ جہاں مسلمانوں کو کسی گناہ و جرم کے ازالہ و کفارہ کے طور پر غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ذرائع درج ذیل ہیں:

مکاتبت: قرآن کریم میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں۔ان میں سے ایک گردنیں آزاد کروانا ہے۔[28] گویا شریعت نے رقم خرچ کرکے غلام آزاد کرانے کی ترغیب دی ہے۔ محققین کے مطابق شریعت اسلامی میں عورتوں کے لیے خلع کا حق رکھا گیا ہے، بالکل اسی طرح غلاموں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آقا سے مکاتبت کرلے، یعنی غلام خود کہے یا اس کا آقا یہ کہہ دے کہ وہ اتنے پیسے کما کر آقا کو ادا کرے اور پھر آزاد ہو جائے۔[29]

مدبر: بعض لوگ اپنی معاشی ضرورتوں اور کچھ دوسرے معاملات کی وجہ سے غلام آزاد نہیں کرنا چاہتے تو ایسے لوگوں کے لیے اسلام نے یہ سہولت رکھی ہے کہ وہ غلام کے لیے کچھ ایسی تدابیر پیدا کردیں جو ان کی آزادی کے لیے راہ ہموار کرسکیں۔ یعنی کچھ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ ان کی ضرورتوں کا بھی حرج نہ ہو اور غلام آزادی سے بھی محروم نہ رہے۔ایسی کسی تدبیر کے ذریعہ آزادی حاصل کرنے والے کو مدبر کہتے ہیں۔[30]

آقا کی وصیت: اس سے مراد یہ ہے کہ آقا اپنی زندگی میں تو غلام کو آزاد نہ کرے لیکن یہ کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔اس چیز کو تدبیر کہتے ہیں۔ بظاہر تو آقا کی وصیت اور تدبیر ایک ہی چیز معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ وصیت سے رجوع کیا جاسکتا ہے، یعنی تبدیل کرسکتا ہے، لیکن تدبیر کو واپس یا تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔اس تدبیر کے بعد آقا اپنی زندگی میں پھر اس غلام کو نہ تو فروخت کرسکتا ہے اور نہ ہی ہبہ۔[31]

---

[26] مسلم، صحیح مسلم، کتاب السلام، 998، حدیث: 5877۔

[27] ابی داود، سنن ابی داود، 2/ 701۔

[28] التوبہ 9: 60۔

[29] سید امیر علی، فتاوی عالمگیری (لاہور: حامد اینڈ کمپنی سنز، ت ن)، 7/ 396۔

[30] مفتی عاشق علی، عبادات و معاملات سے متعلق فقہی احکام (کراچی: ادارۃ القران والعلوم الاسلامیہ، 2001ء)، 2: 93۔

[31] امیر علی، فتاوی عالمگیری، 9/ 491۔

ام ولد: شرعی اصطلاح میں ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس کے بطن سے اس کے آقا کا بچہ پیدا ہو۔ ایسی لونڈی کے بارے میں ہے کہ اس کا بچہ اسے آزاد کرا دیتا ہے۔[32] جیسا کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بیٹے نے اس کو آزاد کرا دیا۔[33] فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دو لوگوں کو جن میں سے ایک کافر ہو اور دوسرا مسلمان ایک بچہ کہیں پڑا ملے اور اس کے متعلق مسلمان کا یہ دعویٰ ہو کہ میرا غلام ہے، جب کہ کافر اپنا بیٹا ہونے کا مدعی ہو، تو وہ بچہ اس کافر کو دے دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کو دیا گیا تو وہ غلام ہو جائے گا اور اگر کافر کو دیں، تو وہ آزاد ہو گا، اور چونکہ اسلام میں آزادی اصل ہے، لہٰذا اس کی آزادی کو مد نظر رکھتے ہوئے کافر کے دعویٰ کو مسلمان پر فوقیت دی جائے گی۔ لقلیط اٹھانے والے کا مملوک نہ ہو گا۔ سلطان وقت اس کا ولی تصور کیا جائے گا۔ اس کا نفقہ اور جرم کا جرمانہ بیت المال پر ہو گا۔[34] جب کہ حضرت عمر کے مطابق لقلیط کی ولا اٹھانے والے کے ذمے اور اخراجات بیت المال یعنی حاکم وقت کے ذمے ہوتے ہیں۔[35]

ولا: آزاد ہونے کے بعد غلام اور اس کے آقا کا تعلق یک لخت منقطع کر دینا نامناسب تھا۔ اس لیے اسلام نے غلام کے آزاد ہونے کے بعد بھی اس چیز کا لحاظ رکھا ہے کہ وہ جب تک چاہے اپنی مرضی سے اپنے آقا کے پاس رہ سکتا ہے۔ آقا اور غلام کے تعلق کو غلام کے آزاد ہونے کے بعد بھی ایک مخصوص طریقہ سے باقی رکھا گیا ہے۔ اسی چیز کو شرعی اصطلاح میں "ولا" کا نام دیا گیا ہے۔ ایسے آزاد کردہ غلام مولیٰ کہلائے۔[36] جیسے حضرت زید بن حارثہ حضور اکرم ﷺ کے غلام تھے۔ آپ نے انھیں پورا آزاد کر دیا، لیکن وہ اس کے بعد بھی آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور زید بن حارث مولیٰ رسول اللہ ﷺ کہلائے۔[37]

گناہوں کا کفارہ: متعدد گناہوں کے کفارے کے طور پر بھی اسلام نے میں غلام آزاد کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ مثلاً کفارہ قتل خطا،[38] کفارہ ظہار[39] وغیرہ۔

حضور ﷺ کی آخری وصیت

---

[32] عاشق الٰہی، عبادات و معاملات سے متعلق بنیادی فقہی احکام، 2: 94۔

[33] العمادی، طبقات ابن سعد، 6: 297۔

[34] امیر علی، فتاوی عالمگیری، 7/ 485۔

[35] ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی، فقہ حضرت عمر، مترجم (لاہور: ادارہ معارف اسلامیہ، 1994ء)، 594۔

[36] امیر علی، فتاوی عالمگیری، 7: 452۔

[37] العمادی، طبقات ابن سعد، 6: 103۔

[38] النساء 4: 92۔

[39] المجادلہ 58: 2 تا 4۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ حضور پاک ﷺ کی آخری وصیت جب کہ آپ ﷺ حالتِ نزع میں تھے اور زبان ہلانا مشکل تھا یہ تھی کہ: **الصلوة الصلوة اتقوا الله فی ما ملکت ایمانکم۔** علما اگرچہ مالملکت ایمانکم سے غلامی ہی مراد لیتے ہیں مگر یہ جملہ اپنے اندر وسیع مفہوم لیے ہوئے ہے۔ اگر صرف اصطلاحی غلام ہی مراد ہوتے تو اس کے لیے عبید کم یا موالیکم کے الفاظ بھی آسکتے تھے۔ مالملکت ایمانکم کے لفظی معنی ہیں، وہ چیز جس کے مالک تمھارے داہنے ہاتھ ہیں۔ اردو میں اس کا بہترین ترجمہ زیردست ہو سکتا ہے۔ دفاتر میں ہر چھوٹا عہدیدار بڑے کا زیردست ہوتا ہے، کارخانوں میں مزدور مالک کے زیردست ہیں، زمینوں میں مزارع زمیندار کے، غریب طبقہ سرمایہ دار و جاگیردار کا، تو بیوی شوہر کی۔اس طرح یہ حدیث گویا ہر مسلمان کے لیے وصیت نبوی ہے کہ وہ اپنے زیردست وماتحت کا خیال رکھے۔

خلاصہ بحث

اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنی تعلیمات کے ذریعے سے اپنے پیغمبر کو ایسے احکام دیے اور پیغمبر نے ان ہدایات کو ایسے عملی اقدامات میں ڈھالا کہ غلامی کے ادارے کے ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جانے کی راہ ہموار ہو گئی۔ اسلام نے غلامی کی ابتدا نہیں کی تھی بلکہ یہ پہلے سے معاشرے میں موجود تھی۔ جب رسول اللہ مبعوث ہوئے تو یہ پورے عروج پر تھی۔ الہامی شریعت کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ناپسندیدہ امور کی اصلاح بتدریج کرتی ہے۔ سب سے پہلے مساوات انسانی کا تصور دے کر یہ واضح کیا کیا گیا کہ غلام بھی دوسرے انسانوں کی طرح کے انسان ہیں اور تمام انسان چونکہ اللہ کی مخلوق ہیں، لہٰذا کسی ایک کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ پھر آخرت کا عقیدہ دے کر یہ وضاحت کر دی کہ تمام انسانوں کی اس دنیا میں آمد کا مقصد صرف اور صرف آزمایش ہے تاکہ اچھے برے کی پہچان ہو سکے۔ پھر ان کے حقوق بیان کر دیے کہ جیسا خود کھاؤ انھیں بھی ویسا ہی کھلاؤ اور جیسا خود پہنو انھیں بھی ویسا ہی پہناؤ اور ان سے ان کی طاقت سے بڑھ کر کام نہ لو۔ پھر اسلام نے کئی گناہوں کے کفارے کے طور پر غلام آزاد کرنے کی ترغیب دلائی، پھر ان کے نکاح کرنے کی ہدایت فرمائی، تاکہ ان کی اپنی ایک معاشرتی و ازدواجی زندگی اور حیثیت ہو۔ مصارفِ زکوۃ میں ایک مستقل مد فی الرقاب کی رکھ کر سرکاری طور پر ان کی آزادی کا انتظام فرمادیا۔ معاشرتی رویہ اور ذہن بدلنے کی غرض سے انھیں عبد اور امۃ کے الفاظ سے پکارنے کی ممانعت کر دی۔ جنگی قیدیوں کو اگرچہ غلام بنانے کی اجازت دی جا چکی تھی، لیکن اس کے ساتھ ہی ان کی آزادی کی راہ نکال کر انھیں فدیہ لے کر یا احسان کے طور پر آزاد کر دینے کی ترغیب دلائی۔ ان اقدامات کے بعد بالآخر غلام نہ بنانے کی حتمی پابندی کا یہ انقلابی قانون نازل ہوا کہ غلام اپنے آقاؤں سے مکاتبت کر لیں۔